Research Journal
Tahqeeqat
جلد:5، شمارہ:1، 2026ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

مابعد الطبیعات: مبادیات و ترویج

Metaphysics: Foundations and Promotion

Shafqat Hussain
MPhil Urdu Scholar University of Lahore, Sergodha Campus
Dr. Ghulam Shabir Asad
Assistant Professor Government Graduate College, Jhang

شفقت حسین
ایم فل اُردو اسکالر یونیورسٹی آف لاہور، سرگودھا کیمپس
ڈاکٹر غلام شبیر اسد
اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ گریجویٹ کالج، جھنگ

Abstract

This paper presents a comprehensive study of the origin, development and intellectual significance of metaphysical philosophy, with particular reference to its religious, philosophical and literary dimensions. Metaphysics is examined as a foundational branch of philosophy concerned with existence, reality, the nature of the universe, and the ultimate principles underlying visible phenomena. The study highlights the dual nature of metaphysics: its religious aspect, grounded in revelation and faith, and its philosophical aspect, rooted in rational inquiry and intellectual speculation beyond mere sensory experience. Tracing its historical roots, the paper explores the metaphysical thought of ancient Greek philosophy, especially the contributions of Socrates, Plato, and Aristotle, and explains how metaphysics evolved from mythological beliefs to systematic philosophical inquiry. Plato's Theory of Forms and Aristotle's concept of "First Philosophy" are discussed as central milestones in the metaphysical tradition. The paper further contrasts Western and Eastern approaches, emphasizing that while modern Western thought often confines metaphysics to abstract or speculative domains, Eastern traditions integrate it deeply with spirituality, cosmology, and ethics. The study concludes that metaphysical philosophy remains an enduring and essential mode of inquiry, vital for understanding human existence, intellectual history, and cultural consciousness across ages.

Keywords: *Metaphysics, Ontology, Cosmology, Theology, Metaphysical Poetry.*

کلیدی الفاظ: مابعد الطبیعیاتی، وجودیات، کونیات، علم الہیات، مابعد الطبیعیاتی شاعری

انسانی شعور کی تاریخ دراصل حقیقت کی تلاش کی تاریخ ہے اور یہی تلاش مابعد الطبیعیاتی فلسفے کا بنیادی محرک رہی ہے۔ مابعد الطبیعیات فلسفے کی وہ اساساتی شاخ ہے جو وجود، ماہیت، علتِ اولیٰ، حقیقتِ مطلقہ، کائنات کے ماورائی اصولوں، روح، زمان و مکان اور غیب و شہادت جیسے بنیادی سوالات کو موضوعِ بحث بناتی ہے۔ یہ فلسفہ محض محسوسات اور تجربات کی دنیا تک محدود نہیں رہتا بلکہ انسانی ادراک کو ان حدود سے ماورالے جا کر ان ازلی و ابدی حقائق سے روشناس کرانے کی کوشش کرتا ہے جو براہِ راست حواس کی گرفت میں نہیں آتے مگر عقل، وجدان اور ایمان کے ذریعے قابلِ فہم بنتے ہیں۔ اسی لیے مابعد الطبیعیات کو فلسفے کی "فلسفۂ اولیٰ" حیثیت حاصل رہی ہے، کیونکہ یہ تمام علوم کے پسِ پشت کارفرما کلی اصولوں اور وجودی بنیادوں کی تحقیق کرتی ہے۔

OPEN ACCESS HEC DRJI ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE اشاریہ اردو جرائد EuroPub

قدیم یونانی فکر سے لے کر اسلامی فلسفے، صوفیانہ روایت اور جدید مغربی فلسفے تک، مابعد الطبیعیاتی مباحث انسانی فہم کے ارتقا میں مرکزی کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ افلاطون کے نظریۂ مثل، ارسطو کے فلسفۂ اولیٰ، اسلامی مفکرین کے وجودی و الٰہیاتی تصورات، اور صوفیاء کے باطنی مشاہدات — سب اسی فکری روایت کے تسلسل کی کڑیاں ہیں۔ اس تناظر میں مابعد الطبیعیات نہ صرف فلسفیانہ سوالات کو جنم دیتی ہے بلکہ تہذیبی، مذہبی، اخلاقی اور جمالیاتی رویوں کی تشکیل میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں مابعد الطبیعیاتی فلسفے کے آغاز، اس کے تاریخی ارتقا، دینی و فلسفیانہ جہات، اور ادب و شاعری پر اس کے گہرے اثرات کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، تاکہ اس فکر کی ہمہ گیری، معنوی وسعت اور عصری اہمیت کو واضح کیا جا سکے۔

مابعد الطبیعیات (Meta physics) فلسفے کی ایک اہم شاخ ہے۔ جو وجود، حقیقت، کائنات اور اشیاء کی بنیادی فطرت پر غور کرتی ہے۔ اس کے علاوہ مابعد الطبیعیات ماورائی جہان کی خبر سناتی ہے ایک ایسا جہاں جو محسوسات میں ہے مگر نگاہ میں نہیں ہے یعنی ظاہر کی آنکھ سے اوجھل ہے۔ مابعد الطبیعیات کے دو پہلو ہیں ایک دینی اور دوسرا فلسفیانہ۔ دینی جہت سے مابعد الطبیعیات غیر زمانی اور لا مکانی حقائق کا علم ہے جو عقل سے نہیں بلکہ وحی سے فراہم ہوتا ہے جبکہ فلسفیانہ تناظر میں مابعد الطبیعیات وہ علم الوجود ہے جو مادے کو کل وجود کی اصل اور حس و مشاہدہ کو کل شعور کی اساس نہیں مانتا۔ مابعد الطبیعیات معجزاتی،، کراماتی، تلمیحی اور باطنی لوازمات سے متصل علم کو کہتے ہیں جس میں عالمِ اشیاء کے پس پردہ موجود اصل حقائق کو جاننے کی سعی کی جاتی ہے۔ بنیادی طور پر مابعد الطبیعیات کا دارو مدار باطنی جزبے اور کیفیات پر کلی یقین کا نام ہے جسے عقلی دلائل کے ذریعے واضح کیا جاتا ہے۔ فلسفیانہ آہنگ میں عقلی دلائل کے ذریعے غیب کے حقائق کو دریافت کرنے کا علم مابعد الطبیعیات کہلاتا ہے۔ مزید براں کائنات میں مابعد الطبیعیاتی امور وہ مظاہر ہوں گے جو مادی ضوابط سے ماوراہوں ان میں روحانی اور مخفی علوم اور تجربات آجائیں گے۔ چنانچہ وہ تمام مباحث جو وجودِ باری تعالی ، حقیقتِ ملائکہ ، حیات بعد الموت جیسے مسائل سے متعلق ہوں مابعد الطبیعیاتی جہات میں آئیں گے۔ مابعد الطبیعیات Meta physics کی اصطلاح انگریزی لفظ "میٹا فزکس" کا متبادل تصور کی جاتی ہے۔ میٹا فزکس کا لفظ یونانی لفظ META PHYSIKA سے اخذ کیا گیا ہے۔ جس کے معنی "طبیعیاتی یا فطری اشیاء کے بعد" ہیں۔ آثارِ قدیمی سے جن تہذیبوں کے ساتھ ہمارا اولین رابطہ قائم رہا ہے۔ اس میں یونانی تہذیب سرِ فہرست ہے جس کے فلسفی مابعد الطبیعیاتی غور و فکر میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ فکری روایت وجود و ذات کے ادراک کی نشاندہی کرتی ہے۔ یونانی فلسفیوں میں خصوصاً افلاطون اور ارسطو کے فلسفے کو بہت پذیرائی ملی۔ انہوں نے رنگ و نسل، زمان و مکاں، کے امتیاز سے بالاتر ہو کر علم و حکمت کے فلسفے کو مرکز بنایا اور اپنے فکری قالب میں ڈھال کر پیش کیا۔ قدیم یونانی معاشرہ دیو مالائی مذہب کا پیروکار تھا۔ ہومر کی اوڈیسی میں ہمیں دیوتا پرستی کی ایک واضح جھلک نظر آتی ہے۔ الفرائڈ کے خیال میں یونانیوں کا دیوتاؤں کے بارے میں عقیدہ تھا کہ انسان سے زیادہ طاقت ور دیوتا ہستیاں ہیں مگر لافانی نہیں ہیں۔ البتہ ان کی عمریں انسانوں کی نسبت زیادہ ہیں۔ اس دیومالائی عقیدہ کے دور میں فلسفۂ یونان نے ایک ایسے شاندار نظامِ فکر کی بنیاد رکھی جو آنے والے وقتوں کی ایک کلامی روایت بن گیا۔ یوں چلتے چلتے یونان کے فلسفیانہ تفکر نے اپنا زاویہ نگاہ بدلا اور باطن کی طرف توجہ دیتے ہوئے افعالِ انسانیہ کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اسی طرح سقراط نے انسان کو موضوعِ

بحث بنایا اور مقصدِ حیات پر غور و فکر کیا۔ سقراط کے نزدیک لاعلمی کا اعتراف حصولِ علم کی جانب پہلا قدم ہے۔ وہ بقائے روح کا قائل تھا اور روح کی رفعت و عظمت کے بارے میں پختہ یقین رکھتا تھا۔ سقراط کے نزدیک:

"انسان کا سب سے بڑا فرض روح کی نگہداشت ہے۔"(۱)

سقراط نے اپنے سزائے موت کے مقدمہ کے دوران میں اپنے دفاع میں کہا:

"خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے اور دوسروں کے باطن کی تلاش کا فلسفیانہ مشن پورا کروں۔ موت کا خوف دانائی نہیں کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ شاید موت اس کے حق میں بر تر خیر ہو۔"(۲)

سقراط کی فلسفیانہ جہات کا بیشتر حصہ مابعد الطبیعیاتی نظام سے جڑا ہے ہر چند کہ مابعد الطبیعیات کی اصطلاحیں بعد میں ترتیب دی گئی مگر عالمِ اشیاء کے پس پردہ حقائق کی بازیافت شروع سے ہی شروع رہی ہے اسی طرح سقراط کے بعد افلاطون کا زمانہ آتا ہے۔ افلاطون (۴۲۸ء_۳۴۷ء) ابتدا میں شعر وشاعری کی طرف مائل تھا۔ لیکن اس کے ضمیر نے اسے باور کروایا کہ انسان کو حقائق کی تلاش کرنی چاہیے۔ یہ جملہ اس کی دلچسپی کا سبب بنا اور اس نے ادراکِ ذات کی طرف رغبت کی۔ افلاطون کے مابعد الطبیعیاتی تصورات میں اس کا نظریہ تصور اہم ترین ہے۔ اس کے نزدیک عالمِ محسوس حقیقی نہیں ہے۔ یہ ہر لحظہ تغیر کا شکار ہے۔ اس عالم کے پس پردہ کوئی اور عالم ہے جو اس عالمِ نقل کا اصلی عالم ہے۔ اور دس میں موجود تمام اشیاء اصلی عالم کی نقل ہیں۔ افلاطون کے نظریہ تصورات کی وضاحت میں الفرڈ ویبر لکھتے ہیں:

"حقیقت اشیائے محسوسات یا مظاہر کا حصہ نہیں بلکہ تصورات اور ان کی مثال کا حصہ ہے جن کی نقل ان اشیاء میں پائی جاتی ہے۔ ان تصورات و مثل کا ادراک صرف عقل سے ہو سکتا ہے۔"(۳)

مابعد الطبیعیات (Meta physics) کی اصطلاح سب سے پہلے ارسطو کے فلسفے کے لیے استعمال ہوئی۔ پہلی صدی قبل مسیح میں جب ارسطو کے فلسفہ کی ترتیب و تنظیم اور درجہ بندی کی گئی انڈرونی کس Andronicus اور دیگر مدونین نے ارسطو کی ان کتابوں جن میں اشیاء کی حقیقت و ماہیت سے بحث کی گئی تھی، کو اس مجموعہ کے بعد رکھا جسے ارسطو نے خود اپنی زندگی میں طبیعیات (physics) سے موسوم کیا تھا۔ اس طرح یہ مباحث مابعد الطبیعیات کے نام سے متعارف ہوئے حالاں کہ ارسطو نے خود ان کے لیے مابعد الطبیعیات کی اصطلاح استعمال نہیں کی، بلکہ اس نے ان موضوعات کے لیے "فلسفہ اولیٰ" "الٰہیات یا علم الکلام اور بعض اوقات حکمت و دانش کی اصطلاحات استعمال کیں۔(۴)

علم الٰہیات کائنات کی حقیقتِ الٰہی کا علم ہے اس علم کو بالیقین حکمت و دانش بھی کہا جا سکتا ہے اور اسی کو فلسفہ اولیٰ قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ باقی علوم کی نسبت زیادہ اہم ہے۔ دیگر علوم کائنات کے کسی ایک پہلو تک محدود ہیں جبکہ "فلسفہ اولیٰ کائنات کے اولین اور عمومی ترین اصولوں کو موضوع بناتا ہے۔ اسے مابعد الطبیعیات کہنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ انسانی تجربات سے ماورا ہے۔"(۵) ماورا کیا ہے؟ "جو زیادہ حتمی اور برتر و اعلیٰ ہے۔"(۶)

اس کائنات میں جو کچھ نظر آتا ہے اس کی نوعیت طبیعی ہے جبکہ اجسام کی حقیقت دریافت کرنے کا وظیفہ مابعد الطبیعیات کہلاتا ہے۔ مابعد الطبیعیات ایک طرف تو ذاتِ مطلق تک پہنچ کر اس کے وجود کو اپنے پیرائے میں عقلی زاویوں سے بیان کرتی ھے جبکہ دوسری طرف اسی کائنات کی تقویم و ارتقاء سے متعلق حقائق سے بھی پردہ اٹھاتی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مابعد الطبیعیات ظاہر سے باطن یعنی جسم سے

ذات کی طرف سفر کا نام ہے۔ اولف مابعد الطبیعیات کو نظری اور عملی حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اس کے مطابق: " نظری مابعد الطبیعیات کا تعلق خدا، ذہن، عالم، الٰہیات، نفسیاتھا اور علم الکائنات سے ہے۔"(۷)

ڈاکٹر فریحہ نگہت کے مطابق:

"مابعد الطبیعیات کا تعلق وجودیات، کونیات اور علمیات سے ہے۔"(۸)

Encyclopedia Britannica میں میٹا فزکس کی تعریف ان الفاظ میں درج کی گئی ہے:

'Meta physics is the philosophical Study whose object is to determine the real nature of things, to determine meanings 'Structure' and priciples of whatever is insofar as it is. Allthough This study is a popularly conceived as referring to anything excessively subtle and highly theoretical , and although it has been subjected to many criticisms, It is presented by Meta Physicians As the most fundamental and most comprehensive inquiries ,In As Much As It Is Concerned With Reality As a Whole(۹)"

ترجمہ: میٹا فزکس ایک فلسفیانہ مطالعہ ہے جس کا مقصد اشیاء کی ماہیت معنی ساخت اور نوعیت کے بارے میں اصول متعین کرنا ہے۔ اگرچہ یہ مطالعہ نہایت لطیف اور شدید نظریاتی چیزوں کے بارے میں تصور کیا گیا ہے، اور اگرچہ اسے بہت سی تنقیدات کا نشانہ بنایا گیا ہے، تو ہم جہاں تک حقیقت مطلقہ کو من حیث الکل مطالعہ کرنے کا تعلق ہے، اسے میٹا فزیشن کی طرف سے اساسی ترین اور جامع ترین تفشیش کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

جدید مغربی فلسفی اور سائنس دان مابعد الطبیعیات کو فلسفہ اور سائنس یا مجردات تک محدود رکھتے ہیں اس لیے ان کے پاس حقیقی اور یقینی علم کا حصول نہ گزیر ہے جبکہ مشرقی تہذیبوں کے تصورات میں مابعد الطبیعیات فطرت کے علوم یا نظام کا علم نہیں بلکہ مافوق الفطرت عناصر کا علم ہے۔ یہ علم نامعلوم کو معلوم کرتا ہے اور ان کے حقائق کو جانتا ہے جو اس کائنات کے پس پردہ کار فرما ہیں۔ مابعد الطبیعی عقائد سے تہذیبی رویے جنم لیتے ہیں۔ معجزہ و کرامت اور غیب پر کامل ایمان مابعد الطبیعیات کے ذیل میں آتا ہے۔

جدید مغربی تہذیب کے تصورات میں ہر مجرد اور غیر حسی چیز کو مابعد الطبیعیات کے زمرے میں رکھا جاتا ہے۔ جب کہ اہل مشرق کے مطابق افاقی اصولوں اور ماورائے اظہار و بیان حقیقتوں کو مابعد الطبیعیات قرار دیا جاتا ہے۔ ان کے خیال کے مطابق مابعد الطبیعیات وہ مظاہر ہوں گے جو مادی ضوابط سے ماورا ہوں گے۔ ان میں روحانی اور مخفی علوم اور تجربات آجائیں گے۔ چنانچہ وہ تمام مباحث جو وجود باری حقیقت ملائکہ، حیات بعد الموت جیسے مسائل سے متعلق ہوں اسی ذیل میں کہے جائیں گے۔

بنیادی طور پر مابعد الطبیعیات کے دو پہلو ہیں۔ ایک دینی اور دوسرا فلسفیانہ، دینی جہت سے مابعد الطبیعیات غیر زمانی اور لامکانی حقائق کا علم ہے، جو عقل سے نہیں بلکہ وحی سے فراہم ہوتا ہے۔ جبکہ فلسفیانہ تناظر میں مابعد الطبیعیات وہ علم الوجود ہے جو مادے کو کل وجود کی اصل اور حس و مشاہدہ کو کل شعور کی اساس نہیں مانتا۔ مابعد الطبیعیات نہ تو ایک نظام ہے جسے خارج سے نافذ کیا جائے اور نہ ہی چند لوگوں کے باطنی تجربات کا مجموعہ ہے بلکہ بہ قول سرج منیر:

"انسان کے تمام عوامل اور تمام فکری، جمالیاتی، فنی، معاشرتی، سیاسی شعبے اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور یہ بنیادی انتخاب ایک سطح پر افراد سے تعلق رکھتا ہے اور دوسری سطح پر کسی گروہ کی کلی موضوعیت سے۔"(۱۰)

اے ای ٹیلر کے نزدیک مابعد الطبیعیات کی بنیاد تین عناصر پر ہے۔

"۱۔وجودیات ۲۔کونیات ۳۔نفسیات"(۱۱)

وجودیات کا تعلق بنیادی طور پر وجود کی ماہیت سے ہے۔ وجود ہستی کا ایک وقتی دورانیہ ہے جس کے ذریعے دائمی ذات تک پہنچا جا سکتا ہے۔ اس نظریے کے ماننے والوں کا کہنا ہے کہ کائنات کی ہر شے خدا کے وجود کی مظہر ہے۔ ہر شے میں ہستیِ کل کا جُز موجود ہے۔ مشرقی مابعد الطبیعیات میں وجودیات کا الٰہیات سے بہت گہرا رشتہ ہے۔ بہ قول امام غزالی:

"الٰہیات وہ فنِ عزیز ہے جس میں وجودِ مطلق اور اس کے لوازماتِ ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے جیسے جوہر، کلیت، جزئیت، وحدت و کثرت ایسی صلاحیتوں کا پایا جانا اور موافق و مخالف ہونا وغیرہ۔"(۱۲)

کونیات سے مراد کائنات کا علم ہے۔ تخلیقِ کائنات سے متعلق تمام علوم کا تعلق کونیات سے ہے اس میں وجودِ کائنات کے متعلقات سے بحث کرنا ہے۔ کونیاتی علم میں فنا بقا، تصورِ وقت، زندگی اور موت، جنت دوزخ جیسے مابعد الطبیعیاتی تصورات شامل ہیں جبکہ نفسیات وہ علم ہے جس سے انسانوں اور جانداروں کے ذہنی رویوں پر غور و فکر کیا جاتا ہے۔

مشرقی تہذیب اس امر میں عقائد اور اعمال کے باہمی رشتے سے ظاہر ہوتی ہے۔یوں مشرقی روایت میں ادب ایک ایسا شعبہ ہے جو رشتوں کی تفہیم کرتا ہے۔ وہ رشتے انسانوں کے مابین ہوں یا انسان اور کائنات کے درمیان۔ ان رشتوں کا تعلق مابعد الطبیعیات سے ہے۔ اور اسی مناسبت سے دیکھا جائے تو مابعد الطبیعیات کا مشرقی ادب سے بہت گہرا تعلق ہے۔

مابعد الطبیعیات اور مذہب کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ مابعد الطبیعیات دینیات کی اکائی ہے۔ مذہب اور مابعد الطبیعیات دونوں میں مشترک موضوعات زیرِ بحث آتے ہیں۔ خدا، انسان، روح اور اخلاقیات جیسا عنوانات دونوں میں پائے جاتے ہیں البتہ مابعد الطبیعیات کی بحث عقل و استدلال کی بنیاد پر ہوتی ہے جبکہ مذہب کی بحث وحیِ ربانی کی روشنی میں۔ جدید مغربی فلسفہ کی رو سے، اس نقطہ نظر کے برخلاف مذہب مابعد الطبیعیات کا ایک پہلو تو ہے لیکن مابعد الطبیعیات کو صرف مذہب سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ مذہب کا دائرہ وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں سے سائنس اور فلسفہ کا دائرہ ختم ہو جاتا ہے۔ سائنس کا نظام دلیل پر استوار ہے جبکہ مذہب کا نظام یقین و توکل پر استوار ہے۔ سائنس دان عالمِ شہادت (گواہی) کے واقعات پر اپنی توجہ مرکوز کرتے ہوئے مظاہرِ عالم کے ایک مجموعے کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس کے برخلاف فلسفی عالمِ غیب پر فکر کی کمند ڈالتا ہے۔ اس غیب کو ڈھونڈتی کی جستجو ان کی سرشت میں پائی گئی ہے۔ ہمہ دم فلسفی کسی غیبی اضطرابی و جمالی کیفیات سے متصل رہتے ہوئے اس کے حقائق کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔

بقول غالب:

"ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود

ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں "(۱۳)

علوم و فنون اور حکمت و فلسفہ کے ذریعے انسان جن غیوب تک پہنچ سکا وہ صحیح معنوں میں غیب نہیں بلکہ عالمِ شہادت ہی کے کچھ پوشیدہ پہلو ہیں۔ اصلی اور حقیقی غیب تک مذہب کے بغیر رسائی نہیں ہو سکتی۔ فلسفہ کی تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ فلسفیوں نے غیب کے یقینی علم کا دعویٰ کیا، مگر سائنس نے ان دعووں کی تردید کر دی۔ سائنسی نظامِ فکر کے مطابق انسان کا سارا علم مظاہرِ کائنات تک محدود ہے اور محسوس ہی کو موجود کہا جا سکتا ہے۔ اس طرح غیب کا کوئی علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ کانٹ کے نزدیک: "حقائق اشیاء کا علم ابھی تک انسان کو حاصل نہیں ہو سکا۔ کیونکہ یہ عقل و استدلال کے ذریعے ہمیشہ کے لیے ناممکن الحصول ہے "(۱۴)

مولانا جلال الدین رومی (۱۲۰۷ء۔۱۲۷۳ء) مابعد الطبیعیاتی نظامِ فکر کے داعی ہیں۔ ان کا حاصلِ کلام فلسفہ حقیقت کی تلاش ہے۔ رومی انسان کے اندر نہاں خانوں میں موجود باطنی لطائف کو جنبش دے کر حقیقتِ اصلیہ تک پہنچنے کی سعی میں مگن ہے۔ رومی کے مطابق فلسفہ دلیل پر استوار ہے اور دلیل الجھا دیتی ہے راستے سے ہٹا دیتی ہے۔ جبکہ دین یقین کا نام ہے لہذا غیب پر یقین بنیادی طور پر ان غیبی طاقتوں کو آواز دینا ہے جن کے ذریعے کائنات کا نظام رواں دواں ہے۔ لہذا ان کے ایک شعر کے مطابق:

فلسفی خود را از اندیشہ بکشت
گو بدو کو راست سوی گنج پشت
گو بدو چندانکہ افزوں می شود
از مراد دل جداتر می شود (۱۵)

فلسفی خزانے کی جانب پشت کیے ہوئے ہے جتنا بھاگے گا خزانے سے دور ہو گا۔ جبکہ دین یقین والا خزانے کی طرف نگاہیں جمائے ہوئے ہیں اور دن بدن خزانہ یعنی حقیقت کے قریب ہوتا جا رہا ہے۔ یوں اگر دیکھا جائے تو مابعد الطبیعیات اور مذہب کے راستے بے شک جدا جدا ہوں لیکن منزل ایک ہے۔ مابعد الطبیعیاتی موضوعات و مسائل کا اظہار اگر شاعری میں کیا جائے تو ایسی شاعری مابعد الطبیعیاتی شاعری کہلاتی ہے۔ مابعد الطبیعیاتی شاعری کی بنیادی خصوصیت "کشاف تنقیدی اصطلاحات" کی رو سے: "جذبے سے زیادہ فکر سے متعلق ہونا اور دل سے زیادہ دماغ کو متاثر کرنا ہے۔"(۱۶) شعر و ادب کے حوالے سے مابعد الطبیعیات کے اثرات نہ صرف مشرق ادب بلکہ مغربی ادب میں بھی موجود ہیں۔ سولہوی صدی کا زمانہ قبل از ادب کہلاتا ہے کیونکہ اس وقت مشرقی و مغربی دونوں روایات مذہب اور مابعد الطبیعیات کے تابع تھیں۔ اس دور میں ادب کو آزادانہ حیثیت حاصل نہیں رہی۔ زندگی کے تمام شعبے مذہب کے پابند رہے یہی وجہ ہے کہ سولہوی صدی کے زمانے سے قبل کی شاعری قریبا مابعد الطبیعیات کے زمرے میں آتی ہے۔ کیونکہ اس وقت مشرق میں تصوف کا زیادہ رجحان تھا۔

صوفیاء و درویشوں نے شعر و ادب کے ذریعے اللہ تعالی سے عشق و محبت کا پیغام پہنچایا جبکہ مغربی روایت پر بھی مذہبی پادریوں کا اثر اسوخ زیادہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ جدید سے پہلے کا شعر و ادب مابعد الطبیعیات کا عکاس رہا ہے۔ فرید الدین عطار مشرق کے بڑے صوفی شاعر مانے جاتے ہیں جنھوں نے عرفان و سلوک کے مسائل بیان کیے جبکہ مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی مابعد الطبیعی فکر کی عکاسی کرتی ہے۔ اسی طرح عمر خیام کے

ہاں عقل سے تخیل کی وسعت کو وسیع کرنے پر زور دیا گیا ہے تاہم وہ اسرار و رموز، ادراکِ ذات اور وجود و عدم کے موضوعات پر گفتگو کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح مغرب کے شعر و ادب میں فلسفی شعراء میں سے دانتے کا ذکر اہمیت کا حامل ہے جس نے کائنات کی بنیاد و اختتام کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ گوئٹے نے نجاتِ انسانی جیسے موضوعات کو اپنی تحریروں کا مرکز بنایا۔ ورڈزورتھ نے جمالیات اور انسان کی اصل حقیقتوں کو اپنا موضوع بنایا ہے۔

المختصر ان تمام فلسفی شعراء کا فلسفۂ فکر پر غور کیا جائے تو ادراکِ ذات اور فطرت کے رازوں کو جاننے کی کوشش سے جڑا ہوا ہے۔ مشرقی مابعد الطبیعیات میں چوں کہ ذات کی اصطلاح ذاتِ باری تعالیٰ سے منسوب ہے لہٰذا ذات کا تعلق حقیقت کے ان رازوں کا استعارہ ہے جو واقعتاً لاموجود میں موجود ہے مگر ظاہر کی آنکھ سے ماورا ہے۔ شاعری اور بالخصوص غزل کا فلسفے کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اردو شاعری میں مابعد الطبیعیات کا وافر ذخیرہ موجود ہے جس میں خدا کے وجود کائنات کی ماہیت اور انسانی نفسیات کے عنوانات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مشرقی لوگوں کے عقیدوں کا اہم عنصر معجزہ و کرامت ان ہونی باطنی صفات اور غیبی طاقتوں پر پختہ یقین رہا ہے جس کی وجہ سے اردو شاعری کے بڑے شعراء کے ہاں مابعد الطبیعیات سے بھرپور عنوانات کے اشعار دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جیسا کہ اگر اردو ادب کے بڑے شاعر خدائے سخن میر تقی میر کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو ان کے ہاں مابعد الطبیعیات اشعار دیکھنے کو ملتے ہیں:

گرچہ تو ہی ہے سب جگہ لیکن
ہم کو تیری نہیں جا معلوم (۱۷)

چاہتا ہے جب مسبب آ بھی ہوتا ہے سبب
دخل اس عالم میں کیا ہے عالم اسباب کو (۱۸)

آنکھیں جو ہوں تو عین ہے مقصود ہر جگہ
بالذات ہے جہاں میں وہ موجود ہر جگہ (۱۹)

نو عنقا کا کہیں نام و نشاں تھا
ہوا تھا شہرہ جب نام خدا کا (۲۰)

کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا
عجب نسبت ہے بندے میں خدا میں (۲۱)

اردو شاعری میں میر تقی میر کے ہاں مابعد الطبیعیاتی اشعار کا زیادہ مقدار میں ذخیرہ ہے ان کے ہاں وجود و عدم، ذاتِ باری تعالیٰ، عالمِ غیب، اور صوفیانہ اشعار کثرت سے پائے گئے ہیں۔ میر تقی میر غم کی کیفیت میں طاقتِ غیب کو اپنا درد سناتا دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح کلامِ غالب میں فلسفہ، حکمت تصوف سمیت مابعد الطبیعیاتی موضوعات کی رنگارنگی نظر آتی ہے۔ غالب کے ذہن پر فلسفیانہ افکار کی اس قدر یلغار ہے کہ ان کے بیان کے لیے الفاظ ناکافی معلوم ہوتے ہیں۔ غالب کی شاعری میں اگر مابعد الطبیعیاتی موضوعات دیکھے جائیں تو اس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں: اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہیں:

حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہو کس حساب میں (۲۲)
نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا (۲۳)
ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں (۲۴)
بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
ادمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا (۲۵)
اسے کون دیکھ سکتا وہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا (۲۶)

غالب چونکہ جدت فکر کا بانی کہلاتا ہے غالب کے ہاں فلسفیانہ اہنگ پہ بے حد موضوعات ہیں جن میں مابعد الطبیعیاتی فلسفہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس نے وجود و عدم، ہستی کل، ادراک ذات، اور صوفیانہ عناصر پر بہت سے موضوعات پر گفتگو کی ہے۔ مقلدین تخیل کی بنیاد پر اسی لیے غالب کو بڑا شاعر گردانتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر اردو شعراء کے ہاں مابعد الطبیعیاتی موضوعات کا جائزہ لیا گیا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

بنے یہ زہر ہی وجہ شفا جو تو چاہے
خرید لوں میں یہ نقلی دوا جو تو چاہے (۲۷)
میرے نصیبِ شوق میں لکھا تھا یہ مقام
ہر سو ترے خیال کی دنیا ہے تو نہیں (۲۸)
آواز دے کے دیکھ لو شاید وہ مل ہی جائے
ورنہ یہ عمر بھر کا سفر رائگاں تو ہے (۲۹)
وہ کون ہے جس کی روشنی سے
بینائی ہے خاکِ بے بصر میں (۳۰)

مابعد الطبیعیات بنیادی طور پر انسانی جبلت میں موجود ان خصوصیات کی گرہوں کو زیرِ بحث لاتی ہے جو کہ ظاہر سے او جھل وجودی نہاں خانوں میں چھپی ہوئی ازلی حقیقتیں ہیں۔ جن کا براہِ راست حقیقتِ اصلیہ سے تعلق ہے۔ لہٰذا مابعد الطبیعیاتی فلسفہ ہر عہد کا مؤثر ترین اور حقیقی فلسفہ مانا جائے گا جس کی ضرورت و اہمیت ہر عہد میں بے حد ضروری ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلی مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مابعد الطبیعیاتی فلسفہ انسانی فکر کا محض ایک نظری یا تجریدی باب نہیں بلکہ وہ فکری اساس ہے جس پر انسان اپنے وجود، اپنی شناخت اور کائنات میں اپنی حیثیت کا شعوری تعین کرتا ہے۔ یہ فلسفہ ظاہر کے محدود دائرے سے نکل کر باطن کی وسعتوں میں داخل ہوتا ہے اور انسان کو جسم سے ذات، مظہر سے حقیقت، اور کثرت سے وحدت کی طرف فکری سفر پر آمادہ کرتا ہے۔ اگر ایک طرف جدید سائنسی فکر مظاہرِ عالم کی توضیح تک محدود ہو گئی ہے تو دوسری طرف مابعد الطبیعیات ان سوالات کو زندہ رکھتی ہے جن کا تعلق

علتِ اولیٰ، مقصدِ حیات، حقیقتِ غیب اور مابعد الموت وجود سے ہے۔ یہی وہ سوالات ہیں جو مذہب، فلسفہ اور ادب کو ایک مشترک فکری میدان میں لا کھڑا کرتے ہیں۔

مشرقی روایت میں بالخصوص مابعد الطبیعیات کا رشتہ الٰہیات، تصوف اور اخلاقیات سے گہرا رہا ہے، جس کے اثرات اردو ادب اور شاعری میں نمایاں طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ میر، غالب، رومی، عطار اور دیگر شعرا کے ہاں مابعد الطبیعیاتی فکر نہ صرف فکری سطح پر جلوہ گر ہوتی ہے بلکہ شعری جمالیات میں ڈھل کر انسانی تجربے کو ایک ماورائی معنویت عطا کرتی ہے۔ یوں مابعد الطبیعیات ادب کو محض جذباتی اظہار نہیں رہنے دیتی بلکہ اسے فکری و وجودی مکالمے میں تبدیل کر دیتی ہے۔ نتیجتاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ مابعد الطبیعیاتی فلسفہ ہر عہد میں انسانی شعور کی گہری ترین سطحوں سے وابستہ رہا ہے اور عصرِ حاضر میں، جب معنویت کا بحران شدت اختیار کر چکا ہے، اس کی فکری و تہذیبی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اسی لیے مابعد الطبیعیات کو انسانی فکر کا زندہ، مؤثر اور ناگزیر فلسفہ قرار دینا بجا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ محمد سلیم اختر: "مشاہیر ادب" قوسین، سرکلر روڈ لاہور، ۱۹۹۲ء، ص: ۸۴، ۲۸۳

۲۔ برٹرینڈرسل: "فلسفہ مغرب کی تاریخ" مترجم: پروفیسر محمد بشیر، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء، ص: ۱۲۴، ۱۲۳

۳۔ الفراڈویبر: "تاریخ فلسفہ" مترجم: ڈاکٹر عبدالحکیم، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، دکن، ۱۹۲۸ء، ص: ۴۵

۴۔ میر ولی الدین، ڈاکٹر: "فلسفہ کیا ہے" ندوۃ المصنفین دہلی، طبع اول، ۱۹۵۱ء، ص: ۲۹

۵۔ عطیہ سید: "فلسفیانہ مطالعے" اردو اکیڈمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص: ۱۸۲، ۱۸۱

6.Chamber's Encyclopedia, international learning systems corporation Ltd; London,1970,vol.1X,p.3220

۷۔ آس والڈ کلسپے: "فلسفہ کیا ہے؟" مترجم: مرزا ہادی صاحب، لاہور، سیونتھ سکائی بکس، ۲۰۲۳، ص: ۲۱

۸۔ فریحہ نگہت، ڈاکٹر: "مابعد الطبیعیات کے بنیادی مباحث" مشمولہ: "دریافت" شمارہ ۱۲، اسلام آباد نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، جنوری ۲۰۱۳ء، ص: ۲۲۸

9.Tylor, A.E., Elements of meta-physics, (New York, the Macmillan company 2nd edition,1909,P:42

۱۰۔ سراج منیر: "ادب میں ایمانیات" مشمولہ: "مقالات سراج منیر" مرتبہ: محمد سہیل عمر، اکادمی بازیافت، اردو بازار، کراچی، اول، ۲۰۱۰ء، ص: ۳۲

11.Tylor, A.E; Elements of meta-physics, Methven & co Ltd; London, 1930, p.42

۱۲۔ غزالی، امام، ابو حامد محمد: "مقاصد الفلاسفہ" مترجم: محمد حنیف ندوی، مجلس ترقیِ ادب، لاہور، ۱۹۵۹ء، بہ عنوان: قدیم یونانی فلسفہ، ص: ۸۷

۱۳۔ غالب، اسد اللہ خاں: "دیوانِ غالب" مرتبہ: غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص: ۱۳۶

۱۴۔ میر ولی الدین، ڈاکٹر: "قرآن اور فلسفہ" مطبوعہ: معارف، اعظم گڑھ، شمارہ ۶، جلد ۶۰، ص: ۴۱۰–۴۱۱

۱۵۔ رومی، مولانا جلال الدین رومی: "مثنوی معنوی" نسخہ نیکلسن، تہران، دوم، ۱۳۵۳، دفتر ششم، شعر: ۲۳۵۶–۲۳۵۷، ص: ۱۱۵۷–۱۱۵۸

۱۶۔ ابو الاعجاز حفیظ صدیقی: "کشافِ تنقیدی اصطلاحات" مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص: ۱۶۰

۱۷۔ محمد تقی میر: "کلیاتِ غزلیاتِ میر" مرتبہ: ڈاکٹر علی محمد خاں، لاہور: الفیصل، ۲۰۱۳ء، ص: ۴۶۹

۱۸۔ ایضاً، ص: ۴۸۷

۱۹۔ ایضاً، ص: ۴۸۳

۲۰۔ ایضاً، ص:۵۳۳
۲۱۔ ایضاً، ص:۴۸۴
۲۲۔ غالب، اسد اللہ خاں: "دیوانِ غالب"ص:۱۳۵
۲۳۔ ایضاً، ص:۵۷
۲۴۔ ایضاً، ص:۱۳۶
۲۵۔ ایضاً، ص:۴۱
۲۶۔ ایضاً، ص:۱۳۹
۲۷۔ مجید امجد: "کلیاتِ مجید امجد" الحمد پبلیکیشنز، لاہور، طبع نو، ۲۰۰۲ء، ص:۷۱۶
۲۸۔ ایضاً، ص:۲۸
۲۹۔ منیر نیازی: "دشمنوں کے درمیان شام" مشمولہ: کلیاتِ منیر، خزینہ علم و ادب، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۲ء، ص:۴۶
۳۰۔ خورشید رضوی: "رائگاں" مشمولہ: یکجا، الحمد پبلشر لاہور، ۲۰۰۷ء، ص:۳۷

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1. Muhammad Saleem Akhter: “Masheer e Adab” Qousain, Circuler Road, Lahore, 1992, P:84,283
2. Bertrand Russell, “Falsafa Maghrib Ki Tarakh” Mutarjim: Prof M Bashir, Purab Academy, Islamabad, 2006, P :123,124
3. Al Frawiber: “Tarikh e Falsafa” Mutrjaim: Dr Abdul Hakeem, Jamia Usmania, Haiderabad, Daccon, 1928, P:45
4. Mir Wali udin, Dr, : “Falsafa Kia hai” Nadwatul Musanifeen, Dehli, 1951, P:29
5. Atia Sayed: “Falsafyana Mutalay” Urdu academy Pakistan, Lahore, 1999, P:181, 182
6. Chamber's Encyclopedia, international learning systems corporation Ltd; London, 1970, vol.1X,P:3220
7. Aas World Klaspy: “Falsafa Kia Hai? Mutarjim: Mirza Hadi, Lahore, siwnth Sky Books. 2023, P:21
8. Fareeha Nighat, Dr: “Ma Bad Tabyat Ky Bunyadi Mubahis” Mshmoola: “Deryaft” Shumara 12, Islamabad National University of Modern Languages, January 2013, P:228
9. Tylor, A.E., Elements of meta-physics,(New York, the Macmillan company 2nd edition ,1909), P:42
10. Siraj Munir: “Adab Mein emaniat” Mashmoola: “Maqalat Siraj Mnir” Mratba: M Sohail Umer, Academy Bazyaft,, Urdu Bazar, Karachi, 2010, P:32
11. Tylor, A.E; Elements of meta-physics, Methven & co Ltd; London, 1930, P:42
12. Ghazali, Imam, Abu Hamid Muhammad: “Maqasid ul falsafa” Mutarjim: Muhammad Hanif Naqwi, Mjlis Taraqi e adab, Lahore, 1959, P:87
13. Ghalib, Asad ullah Khan: “Diwan e Ghalib” Mrataba: Ghulam Rasool Mhr, Shiekh Ghulam Ali and Sons, Lahore, P:136
14. Mir Wali Uddin, Dr, : “Quran Aur Falsafa” Matbua: Muarif, Azam Gardh, Shumra6. V60, P: 410,411
15. Rumi, Molana Jala Uddin Rumi: “ Masnvi Manvi” Nuskha nekles, Tehran, 1353, Dfter 6, Shir 2356, 2357, P: 1157,1158
16. Abul ijaz Hafeez Sidiqi: “Kashaf Tanqeedi Istalahat” Muqtadra Qomi Zuban. Islamabad, 1958, P:190
17. M Taqi Mir: “Kulyat e Ghazliat e Mir” Mrataba : Dr Ali M Khan, Lahore, 2013, P 469

18. Ibid, P:748
19. Ibid, P:483
20. Ibid, P:533
21. Ibid, P:484
22. Ghalib, Asad ullah Khan: “Diwan e Ghalib” P:135
23. Ibid, P:57
24. Ibid, P:136
25. Ibid, P:41
26. Ibid, P:139
27. Majeed Amjad: “Kulyat e Majeed Amjad” Al Hamd Publications, Lahore, 2002, P:716
28. Ibid, P:28
29. Munir Niazi: “Dushmano Ky Dermyan Shaam” Mashmoola: Kulyat e Munir, Khazina Ilm o Adab, Urdu bazar, Lahore, 2002, P:46
30. Khursid Rizvi: “Rayigan” Mshmoola: Yakja, Al Hamad Publisher, Lahore, 2007, P:37